"دارالاسلام" کا آغاز

یہ شانِ ایزدی ہے کہ ضلع گورداسپور کے ایک نہایت ہی حقیر گاؤں جمال پور میں، جو پٹھان کوٹ سے تقریباً چار میل جانب جنوب واقع ہے، یہ سعادت چودھری نیاز علی خاں کے حصے میں آتی ہے جو وہاں کا ایک راجپوت زمیندار ہے۔ نہ معلوم اس کے دل میں کیا امنگ اٹھتی ہے اور جذبات کا وہ کون سا طوفان برپا ہوتا ہے جو اس کی روح کو اس درجہ بیدار کرتا ہے کہ وہ اپنی مملوکہ زمین کا ایک اچھا خاصا ٹکڑا اسلام اور قرآن کی دعوت و تبلیغ کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ وہ اس مبارک کام کی تعمیل و تکمیل کے لیے ہر اس شخص سے جویا و مستفسر ہوتا ہے جو اس کے علم و دانست میں اسلام اور اسلامیت کا شیدا اور درد آشنا ہوتا ہے۔ وہ صرف اس پر بس نہیں کرتا بلکہ ان تمام سے مشورہ کر کے ایک ایسی ہستی کا کھوج لگاتا ہے جو معارف قرآن اور اسلامیات کے ابحار [سمندروں] کی شناور ہوتی ہے۔ وہ اس سے اپنا مطلب بیان کرتا ہے اور اس عظیم الشان اور اہم کام کا ذمہ لینے کی تکلیف و دعوت پیش کرتا ہے۔

یہ شخصیت سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ہوتی ہے جو متواتر پانچ سال تک حیدر آباد دکن میں خود بھی اسی گوہر مقصود کے لیے بے تابانہ منتظر ہوتی ہے اور جب وہ مقصود اس کی نگاہوں کے عین سامنے آجاتا ہے تو وہ لبیک لبیک کہہ کر اس کی طرف جھپٹتی ہے۔ وہ چودھری صاحب کی دعوت کو ایک طویل خط و کتابت کے بعد قبول کر لیتی ہے اور جمال پور سے متصل اس سرزمین پر آکر ڈیرے ڈال دیتی ہے جس کا نام کام کی شوکت و پہنائی کے لحاظ سے "دارالاسلام" تجویز ہوا ہے۔

جماعت کی اولین بنیادوں کے لیے مرکز اور داعی دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو بحمد للہ کہ وہ اس طرح پوری ہوئی۔ اب مرکز کے اندر داعی کا سب سے پہلا کام جماعت کی ترتیب و تشکیل کے لیے افراد کا جمع کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس اہم کام کو بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ ایک سچے داعی الی الحق کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ افراد کو اپنی ذات کی طرف نہیں بلکہ اپنے مقصد و منتہیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے ہی جیسے بلکہ اپنے سے اعلیٰ اور برتر افراد کا حریص ہوتا ہے اور جب وہ انھیں ایک خاص تعداد میں پالیتا ہے تو "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (الحجرات ۴۹:۱۳) کے معیار و اصول پر وہ اپنی ذات کو چھوڑ کر اپنے دیگر ساتھیوں کو پرکھتا ہے اور اس کا ہر ایک ساتھی بھی اس امر میں اس کی تقلید کرتا ہے۔ (عزیز ہندی، دارالاسلام کا ذہنی پس منظر، ترجمان القرآن، جلد ۱۲، عدد ۳، ربیع الاول ۱۳۵۷ھ، مئی ۱۹۳۸)